اخلاقی تعلیم

چھٹی جماعت کے لیے

سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، حیدرآباد

ناشر

سندھ آفسٹ پرنٹرز

کراچی

اخلاقی تعلیم

چھٹی جماعت کے لیے

سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، حیدرآباد

ناشر

سندھ آفسٹ پرنٹرز

پبلشرز، پرنٹرز، بکسیلرز۔ ۶۲ بابائے اردو روڈ۔ کراچی

فون : ۷۲۱۴۶۷

تاریخ اشاعت	ایڈیشن	تعداد
دسمبر ۱۹۸۵ء	اوّل	۶,۰۰۰

تیار کردہ: سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ منظور شدہ وفاقی وزارت تعلیم حکومت پاکستان، اسلام آباد بطور واحد درسی کتاب برائے تمام مدارس پاکستان
بموجب سرکیولر نمبر: این - آر - ڈی - 85/176 - (ڈی - ای - اے) (آئی - ای) - مورخہ ۲۶ ستمبر 1985ء

مؤلفہ: عصمت صدیقی

نظرثانی: ڈاکٹر ابواللیث صدیقی
پروفیسر امان اللہ خان
پروفیسر محمد قاسم منظہر
جمال الدین رِند

مدیران: ڈاکٹر ابواللیث صدیقی
محمد ناظم علی خاں ماتلوی

مطبع: سندھ آفسٹ پرنٹرز۔ کراچی، فون: ۲۱۴۶۷

فہرست مضامین

مِل جُل کر کام کرو

تم نے دیکھا ہوگا کہ سردی کا موسم آتے ہی اکثر آسمان پر کچھ پرندے قطاروں میں بڑی ترتیب سے اڑے چلے جاتے ہیں۔ ان کا رخ ایک ہی طرف ہوتا ہے اور وہ سب ایک ہی سمت سفر کرتے ہیں۔ جب گرمی کا موسم آتا ہے تو ان پرندوں کی واپسی کا سفر شروع ہوتا ہے۔ پرندے ان قطاروں میں ایک خاص ترتیب سے ہوتے ہیں۔ یہ نہیں کہ جس کا جہاں جی چاہا اور جس طرف جی چاہا اڑتا چلا گیا۔

ان پرندوں میں کچھ پرندے آگے آگے اڑتے ہیں۔ یہ راستہ بتانے والے اسکاؤٹ پرندے ہوتے ہیں۔ قدرت نے ان کو اس کام کے لیے خاص صلاحیت دی ہے۔ کچھ پرندے ایسے ہوتے ہیں کہ جب پرندے دانہ چگتے ہوتے ہیں تو یہ محافظ پرندوں کا کام کرتے ہیں۔ ایک جگہ کھڑے ہر طرف نظریں دوڑاتے رہتے ہیں۔ جہاں کوئی خطرہ نظر آیا یا کوئی شکاری آتا دکھائی دیا فوراً دوسرے پرندوں کو اطلاع دے دیتے ہیں۔ ہر سال ان کی قطاریں ایک موسم میں ایک ہی راستے پر آتی ہیں اور اسکاؤٹ پرندے ایک ہی جگہ کا راستہ بتاتے ہیں۔ یہ وہاں سردی گذارتے ہیں اور گھونسلے بنا کر انڈے دیتے ہیں۔ ان سے بچّے نکلتے ہیں اور موسم بدلتے ہی اپنی واپسی کی پرواز شروع کر دیتے ہیں۔

جب جانوروں میں اتنی سمجھ ہے تو انسان تو پھر انسان ہی ہے۔ قدرت نے اسے جانوروں سے کہیں زیادہ عقل اور سمجھ دی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اپنی ضرورت کے سب کام خود نہیں کر سکتا۔ وہ اکیلا اپنے لیے کھیت جوت کر اناج پیدا نہیں کر سکتا۔ مثلاً کپاس کی کاشت کرنا، روئی تیار کرنا، اس سے دھاگا بنانا اور اس سے کپڑا بُننا اور کپڑے سے لباس بنانا۔ یہ سب کام وہ اپنے لیے خود نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ کچھ کام کاشتکاروں کے ہیں، کچھ مزدوروں کے ہیں اور کچھ دوسروں کے۔ ان میں درزی، موچی، بڑھئی، لوہار، کمہار اور دیگر سب کاریگر شامل ہیں۔ یہ سب مل جل کر اپنا اپنا کام کرتے ہیں اور ہم سب کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں۔ اگر یہ سب مل کر اپنا اپنا کام چھوڑ دیں تو پھر ہم کیا کیا کر سکیں گے۔

انسان صدیوں سے ایک دوسرے کی مدد کرتا چلا آ رہا ہے۔ اور اسی لیے انسان نے اتنی ترقی کی ہے۔ اسے امدادِ باہمی یا ایک دوسرے کی مدد کہتے ہیں۔ اب امدادِ باہمی کے بہت سے قاعدے

قانون بن گئے ہیں۔ ہم مل جل کر رہتے ہیں۔ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ اس طرح گویا خود اپنی مدد کرتے ہیں۔ ہمیں ہر کام کرتے وقت یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ یہ کام جو ہم خود کریں گے اپنے لیے ہی کر رہے ہیں۔ ایسا سوچنا اور کرنا بڑی خود غرضی ہوگی اور پھر کسی وقت ہمیں کسی اور کی مدد کی ضرورت ہوئی تو کون ہماری مدد کو آئے گا۔

ہمیں ہر چھوٹا یا بڑا کام ایسا کرنا چاہیے جس سے ہم سب کا فائدہ ہو۔ سب کے فائدے میں ہی ہمارا فائدہ ہے اور ہمارے فائدے میں دوسروں کا فائدہ ہے۔

سوالات

(۱) امدادِ باہمی کا کیا مطلب ہے ؟

(۲) کیا جانوروں میں بھی ایک دوسرے کی مدد کا جذبہ پایا جاتا ہے ؟

(۳) ہم کس طرح دوسروں کی مدد کر سکتے ہیں ؟

دوسروں کا احترام

ہم میں سے ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ لوگ اس کی عزت کریں اور اسے اچھا سمجھیں۔ لیکن ایسا اس وقت ممکن ہے جب ہم بھی دوسروں کو اچھا سمجھیں۔ ان کی عزّت کریں۔ ان کی قدر کریں۔ اچھائیاں بُرائیاں ہر انسان میں ہوتی ہیں۔ کسی میں کوئی خوبی ہوتی ہے تو کسی میں کوئی۔ کسی میں کوئی بُرائی ہوتی ہے تو کسی میں کوئی۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ ہمیں دوسروں کی خرابیاں تو نظر آتی ہیں، اپنی خرابیاں نظر نہیں آتیں۔ ہم اپنی اچھائیوں پر تو بہت غرور کرتے ہیں دوسروں کی اچھائیوں کو نہیں دیکھتے۔

اگر ہم واقعی یہ چاہتے ہیں کہ لوگ ہماری عزت کریں تو ہمیں ہر مذہب، ہر قوم، ہر فرقے، ہر شہر، ہر صوبے اور ہر ملک کے رہنے والے کی عزت کرنی چاہیے۔ پیار محبت تو انسان حیوان سے بھی کرتا ہے۔ لیکن اچھا انسان وہی ہے جو سب انسانوں کو برابر سمجھے اور ان کی عزت کرے۔ ہماری بہت سی باتیں شاید دوسروں کو پسند نہ ہوں یا ان کے مذہب کے خلاف ہوں یا ان کی زبان ہماری زبان سے مختلف ہو۔ لیکن وہ بھی انسان ہیں ہماری بہت سی باتیں اسی طرح ان کو بھی ناپسند ہوں گی۔ اگر ہم اپنی ضد اور ہٹ پر اڑے رہیں تو ہم میں کبھی محبت پیار اور بھائی چارا پیدا نہ ہوگا۔

دنیا میں چھوٹے بڑے سیکڑوں مذہب اور عقیدے ہوں گے۔ جس طرح ہمیں اپنا مذہب سب سے سچّا اور اچھّا لگتا ہے۔ اسی طرح دوسروں کو بھی ان کا اپنا مذہب سب سے اچھّا اور سچّا لگتا ہوگا۔ اور جیسے ہم اپنے مذہب کے بزرگوں کی قدر اور عزت کرتے ہیں، ہمیں دوسروں کے بڑوں اور بزرگوں کی بھی اسی طرح عزت اور تعظیم کرنا چاہیے۔ جو ایسا نہیں کرتے وہ آپس کی محبت اور بھائی چارے کی جگہ جھگڑے اور دنگے فساد کی بنیاد ڈالنا چاہتے ہیں۔ خواہ ہم میں سے چند ہی لوگ شاید ایسا کرتے ہوں لیکن وہ اصل میں اپنے کو بڑا جتانا اور اپنا فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ اس قسم کے لوگوں سے ہوشیار رہیں اور زیادہ سے زیادہ دوسروں کے احترام کا جذبہ لوگوں میں پیدا کریں۔

سوالات

۱۔ اپنے کو سب سے اچھا سمجھنے کا کیا نتیجہ ہوتا ہے؟

۲۔ آپس میں لڑنے جھگڑنے سے کیا نقصان ہوتا ہے؟

قوم کا ہمدرد

ہے کوئی اپنی قوم کا ہمدرد
نوعِ انساں کا جس کو سمجھیں فرد

قوم پر کوئی زد نہ دیکھ سکے
قوم کا حالِ بد نہ دیکھ سکے

بیٹھے بے فکر کیا ہو ہم وطنو
اُٹھو اہلِ وطن کے دوست بنو

تم اگر چاہتے ہو ملک کی خیر
نہ کسی ہم وطن کو سمجھو غیر

ملک ہیں اتفاق سے آزاد
شہر ہیں اتفاق سے آباد

قوم جب اتفاق کھو بیٹھی
اپنی پونجی سے ہاتھ دھو بیٹھی

خواجہ الطاف حسین حالی

سوالات

۱۔ شاعر کو کیسے شخص کی تلاش ہے ؟
۲۔ اگر ہم ملک کی خیر چاہتے ہیں تو کیا کرنا چاہیے ؟
۳۔ قوم جب اتفاق کھو بیٹھتی ہے تو کیا ہوتا ہے ؟

ہمدردی

کہانیاں تو تم نے بہت سی سُنی اور پڑھی ہوں گی۔ ہر کہانی میں کوئی نہ کوئی بات کام اور نصیحت کی ضرور ملتی ہے اور اس پر غور کرنے سے اپنی زندگی بنانے اور سنوارنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

آئیے دیکھیں، اس کہانی سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے۔ یہ ایک بادشاہ کی کہانی ہے۔ عام انسانوں کی طرح بادشاہ بھی ہر طرح کے ہوتے ہیں۔ اچھے بھی بُرے بھی، نیک دل بھی ظالم بھی، فیاض بھی اور کنجوس بھی۔ یہ ایک فیاض اور نیک دل بادشاہ کی کہانی ہے۔

یہ بادشاہ اپنے ملک کے غریب امیر، چھوٹے بڑے، ہر شخص کا خیال رکھتا اور اپنے فرض سے کبھی غافل نہ ہوتا۔ ہوا یہ کہ بادشاہ بیمار پڑ گیا اور مر گیا، اس کی رعایا کو اس کے مرنے کا بہت افسوس ہوا مگر کوئی کیا کر سکتا تھا۔

لوگوں کو کچھ دن تو بہت غم رہا۔ پھر سوچا کہ اپنے ایسے اچھّے بادشاہ کی کوئی اچھّی یادگار قائم کرنا چاہیے۔ سب نے مِل کر طے کیا کہ بادشاہ کی ایک مورت بنائیں۔ مورتیں بنانے والے بھی بڑے کاریگر اور اپنے فن کے ماہر ہوتے ہیں۔ اور مٹّی پتھر تک سے ایسی مورتیاں بنا لیتے ہیں کہ مورت مُنہ سے بولتی معلوم ہوتی ہے۔ بہت سے کاریگروں کی مہینوں کی محنت سے ایسی مورتی بن کر تیار ہوگئی۔ آنکھوں کی جگہ کاریگروں نے دو چمکدار ہیرے جڑ دیے جو رات کے اندھیرے میں دُور سے بھی چمکتے نظر آتے تھے۔

ایک دن ایسا ہوا کہ ایک پرندہ جو دن بھر دانے دُنکے کی تلاش میں اڑتا رہا تھا تھک کر مورتی کے نیچے بنے ہوئے چبوترے پر آن بیٹھا کہ تھوڑی دیر کے لیے سستا لے، اور آرام کر لے۔ تھوڑی دیر میں پانی کی ایک بوند اس کے پروں پر آکر گری اور پھر ٹپ ٹپ بُوندوں کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا۔ پرندے کو بڑا تعجّب ہوا کہ آسمان تو بالکل صاف ہے کہیں بادل بدلی کا نشان نہیں پھر یہ پانی کے قطرے کہاں سے آرہے ہیں ؟

پرندے نے چاروں طرف غور سے دیکھا تو حیران رہ گیا کہ یہ پانی کے قطرے مورتی کی آنکھوں سے جڑے ہوئے ہیروں سے نکل رہے تھے اور ایسا لگتا تھا کہ مورتی رو رہی ہے۔ یہ دیکھ کر وہ اور بھی حیران ہوا کہ پتھر کی بے جان مورتی رو کیوں رہی ہے!

اس نے مورتی سے پوچھا "مورتی تم کیوں رو رہی ہو"؟ مجھے بتاؤ تمھیں کیا تکلیف ہے؟ اور میں تمھاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟ مورتی بے جان تھی مگر آواز آئی "اس شہر میں آج کی رات دو آدمی مصیبت اور تکلیف میں ہیں۔ ایک چھوٹا سا بچہ ہے مُنّا سا، بہت خوبصورت، اس کا باپ مر چکا ہے، وہ بچّہ بہت بیمار ہے۔ لیکن اس کی بیوہ ماں کے پاس اتنے پیسے نہیں کہ کسی ڈاکٹر، حکیم یا وید کو دکھائے اور اپنے بچّے کے لیے دوا خرید کر لا سکے، وہ ڈر رہی ہے کہ کہیں اس کا بچہ بیماری سے مر نہ جائے۔ بچّہ درد اور تکلیف سے بہت بے چین ہے اور بچّے کی بے چینی کی وجہ سے ماں تڑپ رہی ہے۔ جب میں زندہ تھا اور اپنے ملک کا بادشاہ تھا تو میں کسی کا دکھ درد نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اب مجبور ہوں نہ اپنی جگہ سے ہل سکتا ہوں اور نہ اس بیمار بچّے اور اس کی بیوہ ماں تک پہنچ سکتا ہوں، نہ ان کی مدد کر سکتا ہوں۔ اپنی اس مجبوری اور ان کی تکلیف کے خیال سے میری آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے ہیں۔"

پرندہ بولا "اے مورتی کیا میں تمھاری اور اس بچّے اور اس کی ماں کی کوئی مدد کر سکتا ہوں؟"

مورتی نے جواب دیا "ہاں کر سکتے ہو، تم اپنی تیز اور باریک چونچ سے میری آنکھوں میں جڑے ہوئے دونوں ہیروں کو نکال لو اور لے جاکر اس بیوہ ماں کو دے دو۔ وہ ان کو بیچ کر اپنا کام چلا سکتی ہے اور اس بچّے کی جان بچا سکتی ہے۔" میں تو ایک بے جان مورت ہوں میں ان ہیروں کا کیا کروں گا۔

چناں چہ اس چڑیا نے مورتی کی آنکھوں سے دونوں ہیرے نکال لیے اور لے جاکر اس عورت کو دے دیے۔ اس نے دل سے ہیرے بھیجنے والے کو دعائیں دیں۔ اسے کیا معلوم تھا کہ فیاض اور نیک دل بادشاہ کی مورتی مرنے کے بعد بھی سب انسانوں کے دُکھ درد میں شریک ہے۔ اس نے پرندے کا بھی شکریہ ادا کیا۔ ہیرے بیچ کر اُسے بہت سے روپے مل گئے وہ بچّے کو لے کر ڈاکٹر کے پاس گئی اور ڈاکٹر کی دوا اور علاج سے بچّے کی جان بچ گئی۔

دوسرے دن صبح لوگوں نے دیکھا کہ مورتی کی آنکھوں میں لگے ہوئے ہیرے تو غائب تھے لیکن ان کی جگہ قدرت نے دو ستارے جڑ دیے تھے۔ ستارے ہیروں سے بھی زیادہ

چمک دمک دکھا رہے تھے۔ لیکن لوگوں کو کیا معلوم کہ ہیرے کیسے غائب ہوئے اور ان کی جگہ ستارے کہاں سے آگئے۔

سوالات

۱۔ لوگوں نے بادشاہ کی مورتی کیوں بنائی ؟
۲۔ مورتی کی آنکھوں سے آنسو کیوں نکل رہے تھے ؟
۳۔ دوسروں کا دکھ درد بٹانے کا کیا مطلب ہے ؟

انسانوں کی برادری

جب ہم قبیلے یا برادری کی بات کرتے ہیں تو اکثر ہمارا مطلب صرف اپنے قریبی عزیز رشتہ داروں سے ہوتا ہے۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ اس برادری میں ہمارے اور ہمارے رشتہ داروں کے گھربار الگ ہوتے ہیں۔ وہ اگر ایک ہی گاؤں یا ایک ہی شہر میں رہتے ہیں تو بھی اُن کے کاروبار اور کام کاج ایک نہیں ہوتے۔ کوئی کاشتکار ہوتا ہے کوئی کاروبار کرتا ہے، کوئی تجارت کرتا ہے۔ کوئی اُستاد بن کر مدرسوں میں تعلیم دیتا ہے۔ کوئی پولیس اور فوج میں یا کسی اور سرکاری محکمے میں نوکر ہوتا ہے۔

اِن کے رنگ بھی ایک سے نہیں ہوتے۔ کوئی کالا ہوتا ہے، کوئی گورا۔ کسی کو ایک لباس پسند ہوتا ہے کوئی دوسرا لباس پسند کرتا ہے۔ یہی حال کھانے پینے کا ہے۔ کسی کو کوئی چیز پسند ہوتی ہے تو وہی چیز دوسرے کو بالکل ناپسند ہوتی ہے۔ لیکن اس فرق کے بعد بھی ہم جانتے ہیں کہ ہم ایک ہی برادری ایک ہی قبیلے اور ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

یہی حال دنیا کا ہے۔ اِسے تم ایک بڑی برادری بڑا کنبہ یا بڑا خاندان سمجھ لو۔ اس خاندان یا برادری کے لوگ جن کو ہم انسانی برادری کہتے ہیں، دنیا کے مختلف ملکوں میں رہتے ہیں۔ کوئی ملک بہت سرد ہوتا ہے کوئی بہت گرم۔ کہیں ریگستان کہیں گھنے جنگل۔ اس فرق کی وجہ سے ان کے رہنے سہنے، لباس۔ اور کھانے پینے میں بھی فرق آجاتا ہے۔ اُن کے رنگ بھی مختلف ہوجاتے ہیں۔ کوئی گورا ہوتا ہے کوئی کالا۔ کسی کا رنگ سانولا ہوتا ہے، کسی کی ناک چپٹی ہوتی ہے تو کسی کے بال گھونگھریالے ہوتے ہیں۔ سب کے دو ہاتھ، دو پیر، دو آنکھیں، دو کان اور ایک ناک ہوتی ہے۔ ہر انسان کا کوئی نہ کوئی پیشہ ہوتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ سب انسان ہیں اور سب انسان ہی کہلاتے ہیں۔

یہ فرق صرف کھانے پینے اور لباس تک محدود نہیں۔ ان کی زبانیں بھی مختلف ہوتی ہیں۔ بلکہ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ ایک زبان کے بولنے والے جب دور دور تک پھیل جاتے ہیں تو آہستہ آہستہ وہ زبان اتنی بدل جاتی ہے کہ ایک دوسرے سے مختلف معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً کم لوگ یہ بات جانتے ہیں کہ انگریزی، اُردو اور فارسی وغیرہ جو آج اتنی مختلف ہیں، کبھی اصل میں ایک تھیں۔

اسی طرح لوگوں کے مذہب اور عقیدوں میں بھی فرق ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں مسلمان، عیسائی، ہندو، پارسی، سکھ، بُدھ وغیرہ مختلف مذہبوں کے ماننے والے رہتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے اپنے مذہب کے مطابق اپنی عبادت کرتے ہیں۔ اور جن نیک کاموں کی ان کا مذہب تعلیم دیتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں۔ جن بُرائیوں سے روکتا ہے اُن سے بچتے ہیں۔ لیکن مذہب اور عقیدے کے فرق کے باوجود انسان ہونے کے رشتے سے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

انسانی برادری میں محبت اور دوستی کے لیے ضروری ہے کہ ہم سب کی عزت کریں اور سب سے محبت کریں۔

سوالات

۱۔ مختلف قوموں میں کون سی چیز مشترک ہے؟

۲۔ دنیا میں مختلف قوموں میں میل ملاپ اور محبت کیسے پیدا ہو سکتی ہے؟

چاندؔ میری زمیں

چاند میری زمیں ، پھول میرا وطن
میرے کھیتوں کی مٹی میں لعلِ یمن

میرے ملاح لہروں کے پالے ہوئے
میرے دہقاں پسینوں کے ڈھالے ہوئے
میرے مزدور اس دور کے کوہکن
چاند میری زمیں ، پھول میرا وطن

میرے فوجی جواں، جراُتوں کے نشاں
میرے اہلِ قلم، عظمتوں کی زباں
میرے محنت کشوں کے سُنہرے بدن
چاند میری زمیں، پھول میرا وطن

ساقی جاوید

سوالات

۱۔ وطن کی خدمت مختلف لوگ کس طرح انجام دیتے ہیں ؟

۲۔ شاعر نے وطن کو چاند کیوں کہا ہے ؟

اپنا کام اپنے ہاتھ

قدرت نے سب کو دو ہاتھ دو پیر دو آنکھیں دو کان اور ایک زبان دی ہے۔ لیکن ہم میں سے بہت سے لوگ خود کو بہت اونچا اور دوسروں کو اپنے سے کمتر سمجھتے ہیں۔ کبھی کبھی یہ فرق صرف انسانوں کے مختلف کام کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً وہ لوگ جو ہمارے گھروں میں صفائی ستھرائی کرتے ہیں، غسل خانے دھوتے ہیں، کوڑا کرکٹ غلاظت اور گندگی نکال کر صاف ستھرا کرتے ہیں، ہم ان لوگوں کو ادنیٰ سمجھتے ہیں۔ ان کو ناپاک جانتے ہیں۔ ہم یہ غور نہیں کرتے کہ اگر یہ لوگ کام کرنا بند کردیں تو پھر ہم کیا کریں گے۔ ظاہر ہے یہ کام ہم خود کریں گے اور اس میں کوئی ذلّت محسوس نہیں کریں گے، تو پھر ایسا کام کرنے والے دوسروں کو کیسے ذلیل اور کمتر سمجھ سکتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے کام کرنے میں بہت سا خرچ بچ جاتا ہے جو کہ ہم زیادہ ضروری اور مفید کاموں میں خرچ کر سکتے ہیں۔ لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اپنا کام خود کرنے سے جو سچّی خوشی اور مسرّت حاصل ہو سکتی ہے وہ کسی اور سے اپنا کام کرانے میں کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔

ہمیں چاہیے کہ کوئی شخص کسی بھی پیشے سے تعلق رکھتا ہو، اس کی عزّت کریں۔ ایک چھوٹا آدمی جس کو ہم اپنی نادانی سے چھوٹا سمجھتے ہیں اپنا کام محنت اور ایمانداری سے پورا کرتا ہے، اس بڑے آدمی سے جسے ہم اس کی ظاہری شان دیکھ کر بہت بڑا آدمی سمجھتے ہیں، بہت بڑا اور بہت اچّھا انسان ہوتا ہے۔ قدرت نے سب کو انسان بنایا۔ ہم بعض انسانوں کو محض اس وجہ سے دوسرے انسانوں پر ترجیح دیتے ہیں کہ وہ ایسے کام کرتے ہیں جن کو ہم زیادہ اچّھا اور بڑا سمجھتے ہیں۔

سوالات

۱۔ ہم کن لوگوں کو کم تر سمجھتے ہیں ؟

۲۔ جنھیں ہم کم تر سمجھتے ہیں اگر وہ کام کرنا بند کردیں تو کیا ہو ؟

۳۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنے میں کیا کیا فائدے ہیں ؟

امدادی انجمنیں

انسان کو زندہ رہنے کے لیے بہت سی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً کھانے پینے کے لیے اناج، سبزیاں، ترکاریاں پھل وغیرہ۔ یہ چیزیں ہمیں آسانی سے گاؤں یا شہر کی دُکان سے مل سکتی ہیں۔ لیکن یہ سب چیزیں دکانوں میں تو پیدا ہوتی نہیں، گاؤں اور شہروں میں سبزیاں بونے والے اپنے کھیتوں میں اِن کو پیدا کرتے ہیں اور یہ ہم تک پہنچتی ہیں۔

ایک زمانہ ایسا تھا کہ کسان اپنے کھیت میں ہل چلا کر کھیت خود تیار کر لیا کرتا تھا۔ بس ایک بیلوں کی جوڑی اور اس کی اپنی محنت کافی تھی۔ اب بھی بہت سے مقامات پر کھیتی باڑی اسی طرح ہوتی ہے۔ لیکن جب ہر کام کے لیے مشینیں بننے لگیں تو پھر ایسی مشینیں بھی بننے لگیں جو کسان کو کھیت میں جتائی کرنے، بیج ڈالنے، فصل کاٹنے اور فصل کے اناج کو بھوسے سے الگ کرنے کے کام میں مدد دیتی ہیں۔ یہ مشینیں بہت تیز کام کرتی ہیں اور کسان تھکتا بھی نہیں۔ لیکن ایسی مشینیں ہل اور بیل کے مقابلے میں بہت مہنگی ہوتی ہیں اور ہر کسان اِن کو خرید بھی نہیں سکتا۔

ہاں یہ ممکن ہے کہ بہت سے کسان اور کاشتکار مل کر ایسا کرلیں۔ اس کام سے پہلے وہ ایک انجمن بناتے ہیں۔ سب اپنے اپنے حصّہ کا روپیہ جمع کرتے ہیں اور پھر ایک مشین خرید لیتے ہیں۔ جس کو ٹریکٹر کہتے ہیں۔ اس طرح ہر کسان باری باری اپنے کھیتوں میں اس سے کام لے سکتا ہے۔

ایسی انجمنیں صرف کھیتی باڑی وغیرہ کے لیے ہی نہیں بنائی جاتی ہیں بلکہ بھلائی کے اور بہت سے کاموں کے لیے بھی بنائی جاسکتی ہیں۔ مثلاً بہت سے لوگ مل کر اپنے اپنے حصّے کے روپے جمع کرکے ایک بینک قائم کرلیتے ہیں۔ اس بینک سے ہر شریک کو ضرورت کے وقت قرض اور مدد مل سکتی ہے اور اس کے نفع نقصان میں سب شریک ہوتے ہیں۔ اسی طرح بھلائی کے اور بھی بہت سے کام ہیں جو صرف مل جل کر ہی پورے ہوسکتے ہیں۔ مثلاً اپنی اپنی بستی کے لیے سڑکوں، روشنی، صفائی کا انتظام وغیرہ۔ ایسے بہت سے کام حکومت بھی کرتی ہے۔ لیکن یہ سارے کام صرف حکومت ہی کرے تو بہت سے ضروری کام رہ جائیں، اس لیے ایسے کاموں کے لیے لوگ

خود آگے بڑھتے ہیں اور ایک دوسرے کی مدد کے لیے انجمنیں بناتے ہیں۔ ایسی انجمنیں اسکول، مدرسے اور مختلف کام سکھانے کے کارخانے قائم کر سکتی ہیں۔ لوگوں کی صحت کے لیے صفائی کا انتظام کر سکتی ہیں، بیماروں کے لیے دوا اور علاج کا بندوبست کرنے کے لیے اسپتال کھول سکتے ہیں۔ غرض کتنے ہی کام ہیں جو آسانی سے انجام پا سکتے ہیں۔

اسی طرح روز مرّہ ضروریات کا سامان ہم دکانوں سے خریدتے ہیں۔ کچھ دکاندار بہت زیادہ نفع لیتے ہیں اور سامان بھی اچھّا نہیں دیتے۔ لوگوں نے اس سے پہلے یہ تدبیر نکالی کہ ایک طرح سے ساجھے کی دکان کھولی۔ یعنی اس کے لیے جو رقم ضروری تھی وہ لوگوں نے مل کر جمع کی اور وہ سب کی مشترک دکان بن گئی۔ اس دکان پر سامان بھی اچھا رکھا اور منافع بھی تھوڑا۔ اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوا کہ سامان خریدنے والوں کو اچھا اور مناسب قیمت پر ضرورت کا سامان مل گیا اور دوسری طرف اس کا جو نفع ہوا وہ بھی ان سب لوگوں میں تقسیم ہوگیا جنھوں نے اپنا روپیہ لگایا تھا۔ پھر یہ کاروبار بھی ایسا ہے کہ اس میں ہر شخص کو دکان پر بیٹھنا یا حساب کرنا نہیں پڑتا۔

امدادی انجمنیں زندگی میں مختلف کاموں کے لیے بنائی جا سکتی ہیں۔ ان سب کا مقصد ایک ہی ہوتا ہے۔ یعنی سب لوگ مل جل کر ایک دوسرے کی مدد کریں۔ اس سے آپس میں محبت بڑھتی ہے۔ ایک دوسرے پر بھروسا ہوتا ہے اور ہر شخص نفع اور نقصان میں شریک ہوتا ہے۔ اس سے زندگی میں بہت سے مشکل کام آسان ہو جاتے ہیں۔

سوالات

۱۔ امدادی انجمن کا کیا مطلب ہے؟

۲۔ دو ایسے کام بتائیے جو امدادی انجمن کر سکتی ہے؟

۳۔ اپنے گاؤں یا شہر کی کسی امدادی انجمن کا نام اور اس کا کام لکھیے۔

میرے محنت کشوں کا وطن

یہ وطن میرے محنت کشوں کا وطن
یہ زمیں میرے محنت کشوں کی زمیں

میری مٹی کی عظمت کے ہیں یہ امیں
ان کی محنت سے جنّت ہے میری زمیں
میری دھرتی کے سورج ہیں ان کے بدن
یہ وطن میرے محنت کشوں کا وطن
یہ زمیں میرے محنت کشوں کی زمیں

ان کے ہاتھوں سے ٹوٹے ہیں لعل وگہر
ان کے سینوں سے پھوٹا ہے نورِ سحر
ان کے ہاتھوں سے صحرا بنے ہیں چمن
یہ زمیں میرے محنت کشوں کا وطن
یہ زمیں میرے محنت کشوں کی زمیں

ان کے چہروں پہ چاندی چمکتی ہوئی
ان کے ہاتھوں میں مٹی مہکتی ہوئی
ان کی ہر سانس سورج کی پہلی کرن
یہ زمیں میرے محنت کشوں کا وطن
یہ زمیں میرے محنت کشوں کی زمیں

ان کے تپتے بدن ان کے جلتے قدم
ان پہ قرباں ہے میری متاعِ قلم
ان پہ صدقے مری دولتِ فکر و فن
یہ زمیں میرے محنت کشوں کا وطن
یہ زمیں میرے محنت کشوں کی زمیں

ساقی جاوید

سوالات

۱۔ وطن کی ترقی میں محنت کشوں کا کیا حصّہ ہے ؟

۲۔ محنت کش اپنی محنت سے ہمیں کیا فائدہ پہنچاتے ہیں ؟

قاعدے قانون کی پابندی

تم نے اسکول میں اپنے ساتھیوں کو پریڈ کرتے دیکھا ہوگا۔ دو دو یا چار چار لڑکے قطاروں میں اسکول کے بینڈ کی دُھن پر دائیں بائیں کرتے اپنے اپنے اسکول کی یونیفارم میں قدم سے قدم ملائے چلتے کیسے بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں وقفے میں یا اسکول کی چھٹی ہونے پر عالم ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ بچے آگے پیچھے بھاگتے دوڑتے جلد سے جلد دروازے پر پہنچنا چاہتے ہیں۔ اس بھاگ دوڑ میں کبھی کوئی بچہ دھکّا لگنے سے گر بھی پڑتا ہے۔ اگر اسکول شروع ہوتے اور ختم ہوتے وقت بھی قطار بندی ہو تو کیسی اچھی بات ہے۔

نظم و ضبط کی پابندی اسکول تک ہی محدود نہیں بلکہ سڑک پر راہ چلتے اور گھر میں بھی اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ سڑک پر چلنے کے بھی کچھ قاعدے ہوتے ہیں۔ مثلاً بعض سڑک پر پیدل چلنے والوں کے لیے الگ راستے بنے ہوتے ہیں۔ جن پر ان کو چلنا چاہیے۔ اگر وہ اُس کو چھوڑ کر بیچ سڑک پر چلنے لگیں تو تم جانتے ہو کیا ہوگا، وہاں کسی گاڑی یا موٹر بس وغیرہ کی زد میں آکر زخمی ہو جائیں گے۔ بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ ان کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے۔ اسی طرح اگر سڑک پار کرنا ہے تو دائیں بائیں دیکھ بھال کر اور جہاں پر پار کرنے کے نشانات بنے ہوں صرف وہاں سے سڑک پار کرنا چاہیے۔ اس نظم و ضبط کی پابندی صرف پیدل چلنے والوں پر ہی ضروری نہیں۔ جو لوگ موٹروں، سائیکلوں یا دوسری سواریوں کو چلا رہے ہوں اِن کو تو اور بھی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ان کی ذراسی لاپروائی یا غفلت سے کوئی حادثہ پیش آجائے۔

اِنسانوں کی زندگی ان کے مال، عزّت و آبرو کی حفاظت ہر حکومت کا فرض ہے اور اس فرض کو پورا کرنے کے لیے ہر ملک میں ان کی اپنی ضرورتوں اور حالات کے مطابق قانون اور قاعدے بنتے رہتے ہیں۔ پھر ضرورت کے مطابق اِن میں تبدیلی اور ردّ و بدل بھی ہوتی رہتی ہے۔ لیکن امن و امان صرف قانون اور قاعدے مقرّر کرنے سے تو قائم نہیں ہوتا۔ بلکہ ان قوانین اور قاعدوں کو نافذ کرنے اور ان پر عمل کرانے کے لیے بھی کوئی طریقہ ہونا چاہیے۔ کیوں کہ قانون کی کتاب قانون نافذ نہیں کرسکتی۔ اس کو نافذ کرنے والی کوئی اور طاقت ہونی چاہیے۔ مثلاً کسی نے اپنی محنت اور ایمانداری سے کچھ کمایا ہے۔ کوئی چور ڈاکو یا

لٹیرا اس کی برسوں کی کمائی جو اس نے اپنا خون پسینہ بہاکر جمع کی تھی، لے اُڑتا ہے۔ اس محنتی آدمی کو پناہ اور حفاظت کی ضرورت ہے۔ یہ پناہ اس کو پولیس اور عدالتوں سے ملتی ہے۔ جو کہ انصاف کرنے، لوگوں کے حقوق محفوظ رکھنے، ان کی جان و مال عزّت و آبرو کی حفاظت کی ضمانت دینے کے لیے قائم کیے جاتے ہیں۔

سوالات

١۔ سڑک کس طرح پار کرنی چاہیے؟

٢۔ پولیس اور عدالتوں کا کیا کام ہے؟

٣۔ قانون کی پابندی کیوں ضروری ہے؟

تھوڑا تھوڑا بہت ہو جاتا ہے

بنایا جو چڑیوں نے ہے گھونسلا — سو ایک ایک تنکا اکٹھا کیا
گیا ایک ہی بار سورج نہ ڈوب — مگر رفتہ رفتہ ہوا ہے غروب
قدم ہی قدم طے ہوا ہے سفر — گئیں لحظہ لحظہ میں عمریں گذر
سمندر کی لہروں کا تانتا سدا — کنارے سے ہے آکے ٹکرا رہا
سمندر سے دریا سے اٹھتی ہے موج — سدا کرتی رہتی ہے دھاوا یہ فوج
کراروں کو آخر گرا ہی دیا — چٹانوں کو بالکل صفاچٹ کیا
برستا جو مینھ موسلا دھار ہے — سو یہ ننھی بوندوں کی بوچھار ہے
درختوں کے جھنڈ اور جنگل گھنے — یونہی پتے پتے سے مل کر بنے
ہوئے ریشے ریشے سے بن اور جھاڑ — بنا ذرّے ذرّے سے مل کر پہاڑ
لگا دانے دانے سے غلّے کا ڈھیر — پڑا لمحہ لمحہ سے برسوں کا پھیر
ہر ایک علم و فن اور کرتب ہنر — نہ تھا پہلے ہی دن سے اس ڈھنگ پر
یونہی بڑھتے بڑھتے ترقی ہوئی — جو نیزہ ہے اب تھا وہ پہلے سوئی
جولاہے نے جوڑا تھا ایک ایک تار — ہوئے تھان جس سے گزوں بے شمار

اگر تھوڑا تھوڑا کرو صبح شام
بڑے سے بڑا کام بھی ہو تمام

سوالات

۱۔ یہ بات دکھانے کے لیے کہ تھوڑا تھوڑا بہت ہو جاتا ہے شاعر نے بہت سی مثالیں دی ہیں۔ تمھیں جو اچھی لگی ہوں ان میں سے پانچ اپنی کاپی میں لکھیے۔

۲۔ اس سبق میں شاعر جو سبق دینا چاہتا ہے اسے ایک مختصر مضمون کی شکل میں لکھیے۔

ہمارا پاکستان

انسان تو انسان، جانوروں کو بھی اپنے گھر سے محبت ہوتی ہے۔ کیونکہ گھر انسان اور حیوان سب ہی کو آرام اور اطمینان سے رہنے کی جگہ دیتا ہے۔ وہ موسم کی سختیوں سردی گرمی، بارش، آندھی اور طوفان سے محفوظ رکھتا ہے۔ انسان ہو یا جانور اپنے گھر میں اسے دشمنوں سے پناہ ملتی ہے۔ وہ اور اس کی اولاد اس میں بلا خوف و خطر اپنی زندگی گذارتے ہیں۔ اگر کوئی غیر اُن کے گھر پر قبضہ کرنا چاہے تو وہ ڈٹ کر اس کا مقابلہ کرتے ہیں اور دشمنوں کو مار بھگاتے ہیں۔

انسان کا وطن بھی اس کا اور اس کی قوم کا گھر ہوتا ہے۔ اس کے بنانے، قائم رکھنے اور سنوارنے میں وہ محنت کرتا ہے۔ دشمنوں سے اسے بچاتا ہے اور محفوظ رکھتا ہے۔ اس کی ترقی اور بھلائی کی کوشش کرتا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو پھر اس کا ٹھکانہ کہاں ہوگا۔ وطن ایک کشتی کی طرح ہوتا ہے۔ جس میں وہ اور اس کی اولاد، اس کی برادری، اس کی قوم، سب مسافر ہوتے ہیں۔ اگر کشتی کسی طوفان میں پھنس جائے تو سب اس کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیونکہ سب جانتے ہیں کہ اگر کشتی ڈوب جائے گی تو ہم سب ڈوب جائیں گے۔ نہ ان کی جان سلامت رہے گی نہ سامان۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ وطن کی حفاظت اور طوفانوں اور مشکلوں سے اس کو محفوظ رکھنا ہر اس شخص کا فرض ہے جو اس وطن میں رہتا بستا ہے۔ جس کے دریاؤں اور چشموں سے وہ اپنی پیاس بجھاتا ہے اور اپنے کھیتوں کو سیراب کرتا ہے۔ اُن کھیتوں سے اس کے لیے طرح طرح کے اناج پیدا ہوتے ہیں۔ جن سے وہ اور ان کی اولاد پیٹ بھرتی ہے۔ اس کے باغوں میں قدرت نے اس کے لیے پھلوں کی نعمت دی ہے۔ لہلہاتے سبزہ زار، گنگناتے دریا اور چشمے، ٹھنڈی ٹھنڈی چاندنی، یہ سب نعمتیں ہیں جو اسے وطن میں حاصل ہیں۔ جو لوگ کبھی اپنے وطن سے باہر دوسرے ملکوں میں جاتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اُن کو غیر اور اجنبی سمجھا جاتا ہے۔ ان کی وہ عزت نہیں ہوتی جو اُس وطن کے رہنے والوں کی ہوتی ہے۔ ایسے میں اِسے اپنا وطن بہت یاد آتا ہے۔

پاکستان ہمارا وطن ہے۔ یہ بہت قدیم ملک ہے اور اس کے رہنے والے ہر زمانے میں دنیا میں اپنی تہذیب، اپنے علم و فن اور اپنی نیکی اور خوش حالی کے لیے مشہور رہے ہیں۔

انگریزوں نے ہمارے ملک کی دولت اور خوش حالی کے بارے میں بہت کچھ سُنا تھا۔ اس لیے پہلے

تو وہ تجارت کی نیّت سے آئے لیکن آہستہ آہستہ یہاں کے معاملات میں دخل دینے لگے اور آخر اس پر قبضہ کرکے خود حکومت کرنے لگے۔ ظاہر ہے یہ صورت زیادہ دن نہیں چل سکتی تھی۔اس لیے لوگ اس غلامی کی ذلّت سے تنگ آگئے اور انھوں نے جیسے بھی ہو آزادی حاصل کرنے کا پکّا ارادہ کرلیا۔ لیکن کام آسان نہیں تھا۔اس کوشش میں بہت سے لوگوں کو اپنا مال اپنی جان سب کچھ قربان کرنا پڑا۔ہزاروں آدمی جیلوں میں بھرے گئے۔ کتنے ہی مارے گئے۔ آخر ایک دن ایسا آیا کہ انگریزوں کو اس ملک سے رخصت ہونا پڑا اور ہمارا ملک آزاد ہوگیا۔

وطن کو آزاد کرانے کا مطلب اور مقصد یہ تھا کہ ہم قانون اور قاعدے کے اندر رہ کر آزادی کی سانس لے سکیں اور بجائے کسی آقا کے حکم پر چلنے کے ہم خود اپنی بھلائی بُرائی کا فیصلہ کریں۔ ہم میں سے ہر شخص کو وطن کی سلامتی کے لیے اپنے ذاتی فائدے کی جگہ سب کے فائدے کی بات سوچنا چاہیے۔

آزادی کو قائم رکھنے کے لیے ضرورت ہے کہ ہم سب ان کاموں میں حصّہ لیں جن سے وطن کی ترقی ہو اور دنیا میں اس کی عزّت بڑھے۔

سوالات

۱۔ جانوروں کو اپنے گھر سے کیوں محبت ہوتی ہے؟
۲۔ انگریز ہمارے ملک میں کس نیت سے آئے تھے؟
۳۔ انگریزوں کی غلامی سے چھٹکارہ کیسے حاصل ہوا؟
۴۔ وطن کی ترقی کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

جھوٹا گواہ

بیاباں میں اونٹوں کا اک قافلہ
چلا جا رہا تھا ڈرم دم ڈرم
تھی اک اونٹ کی پیٹھ زخمی کہیں
اسے اس کے مالک نے چھوڑا وہیں
وہ بوجھا اٹھانے کے قابل نہ تھا
اکیلا بیاباں میں وہ رہ گیا
بڑھی جب کہ گرمی ڈرم دم ڈرم
لگی پیاس اس کو تڑم تم تڑم
وہ پھرتا رہا خوب ادھر اور ادھر
کہیں اس کو پانی نہ آیا نظر
کئی دن نہ پانی جب اس کو ملا
بُرا حال اس اونٹ کا ہوگیا
اسے پھرتے پھرتے ڈرم دم ڈرم
ملا ایک گیدڑ تڑم تم تڑم
کہا اس سے گیدڑ نے سُن اے چچا
اگر تجھ کو پانی کا دوں میں پتا
تو کھاؤں گا کچھ گوشت میں نوچ کر
جہاں پر سے زخمی ہے تیری کمر
ہوا اونٹ راضی ڈرم دم ڈرم
چلے پھر وہ مل کر تڑم تم تڑم
وہ پہنچے وہاں ایک ندی کے پاس
بجھائی جہاں اونٹ نے اپنی پیاس

کہا بھیر تو گیدڑ نے لے اے چچا
مجھے گوشت اپنی زباں کا کھلا
کہا اونٹ نے واہ دڑم دم دڑم
کمر کا تھا وعدہ تڑم تم تڑم
تو گیدڑ یہ بولا نہیں اے چچا
زباں ہی کا وعدہ تھا تو نے کیا
کہا اونٹ نے جھوٹ کہتا ہے تو
فریبی ہے تو سخت جھوٹا ہے تو
تو گیدڑ پکارا دڑم دم دڑم
چچا تو ہے جھوٹا تڑم تم تڑم
پکارا یہ گیدڑ ٹھہرنا یہاں
گواہ لے کے آیا ابھی دیکھ ہاں
یہ کہہ کر وہ بھاگا دڑم دم دڑم
اچھل کود کرتا تڑم تم تڑم
وہیں بھٹ میں رہتا تھا اِک بھیڑیا
کہا اس سے گیدڑ نے سب ماجرا
کہ اِک اونٹ پھانسا ہے میں نے یہاں
چلو کاٹ لیں چل کے اس کی زباں
یہ سُن کر بہت خوش ہوا بھیڑیا
چلا ساتھ گیدڑ کے ہنستا ہوا
بہت جلد پہنچے وہ ندی کے پاس
جہاں اونٹ بیٹھا ہوا تھا اداس
کہا بھیڑیے نے دڑم دم دڑم
میں سچ بولتا ہوں تڑم تم تڑم

زباں کے کھلانے کا وعدہ تھا، ہاں
میں سُنتا تھا جھاڑی کے پیچھے وہاں
جو وعدہ کیا تھا وہ سچ کر دِکھا
زباں اپنی گیدڑ کو جلدی کھلا
مُکرتا ہے اب کیوں دڑم دم دڑم
مُکرنا بُرا ہے تڑم تم تڑم
کہا اونٹ نے پیٹھ کا گوشت لو
تو دونوں یہ بولے زباں ہی کا دو
کہا اونٹ نے میں تو مرجاؤں گا
یہ دونوں پکارے ہمیں اس سے کیا
غرض اونٹ بولا دڑم دم دڑم
بہت تنگ آکر تڑم تم تڑم
کہ لو بھائی گیدڑ زباں کاٹ لو
خدا تم سے سمجھے گا اس بات کو
وہ بیٹھا جوں ہی اپنا منہ کھول کر
تو گیدڑ کو آنے لگا دل میں ڈر
کہا بھیڑیے سے دڑم دم دڑم
کہ ہاں میرے پیارے تڑم تم تڑم
زباں اونٹ کی تو ہے موٹی بہت
مری تھوتھنی اس سے چھوٹی بہت
ذرا آکے مُنہ سے زباں تھامنا
مجھے سہل ہو جائے گا کاٹنا
کہا بھیڑیے نے دڑم دم دڑم
بہت خوب اچھا تڑم تم تڑم

نہ تھی بھیڑیے کو مگر کچھ خبر
دیا ڈال جھٹ اونٹ کے منہ میں سر
کیا اونٹ نے بند جھٹ اپنا منہ
دیا زور دانتوں کا بھی کرکے "اونہہ"
غرض بھیڑیے کی دڑم دم دڑم
پھٹی کھوپڑی جب تڑم تم تڑم
تو گیدڑ بھی بھاگا یہ کہتا ہوا
ملی جھوٹ کی بھیڑیے کو سزا
کہا اونٹ نے تو بھی آ، گوشت کھا
تو گیدڑ پکارا نہیں اے چچا
دڑم دم دڑم دم دڑم دم دڑم
تڑم تم تڑم تم تڑم تم تڑم

حفیظ جالندھری

سوالات

۱۔ اونٹ کیوں پریشان تھا؟
۲۔ گیدڑ نے اونٹ کو کیا دھوکا دیا؟
۳۔ بھیڑیے کو اونٹ نے کیا سزا دی؟

برداشت

جس طرح بہت سے کام ایسے ہیں جو انسان صرف مل جل کر ہی کر سکتا ہے اسی طرح زندگی میں بہت سے ایسے موقعے آتے ہیں۔ جہاں ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ رہنے سہنے، کھیل کود، تفریح وغیرہ میں ملنے اور اکٹھے ہونے کا موقع ملتا ہے۔ کھیل کے میدان میں اکثر کھلاڑی دو ٹیمیں بناکر کھیلتے ہیں۔ ہر ٹیم کی اور ٹیم میں شامل ہر شخص کی کوشش ہوتی ہے کہ اس کی ٹیم جیت جائے لیکن کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ دوسری ٹیم جیت جاتی ہے۔ایسے موقع پر ہارنے والے کھلاڑی یا ٹیم کو رنج تو ہوتا ہی ہے لیکن کبھی کبھی غصّہ بھی آجاتا ہے اور یہ غصہ اتنا بڑھ جاتا ہے کہ کھلاڑی یا ٹیمیں آپس میں لڑنے بھڑنے کو تیار ہو جاتی ہیں اور دوسرے لوگوں کو بیچ بچاؤ کرنا پڑتا ہے۔

کسی کھلاڑی یا ٹیم کو اپنے مخالف کھلاڑی یا ٹیم سے کوئی ذاتی دشمنی تو ہوتی نہیں بلکہ کبھی کبھی تو آپس کے دوست بھی کھیل کے میدان میں دو الگ الگ ٹیموں میں شامل ہوتے ہیں۔ اور ان کی کوشش ہوتی ہے کہ ان کی ٹیم جیتے ان کی یہ کوشش بالکل فطری اور درست ہے۔ٹیم میں شامل ہر کھلاڑی کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کی مدد کرے اور مل جل کر جیتنے کی کوشش کرے۔

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ کھیل کھیل میں لڑائی جھگڑا ہو جائے۔ ہار جیت تو ہوتی ہی رہتی ہے۔ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ ایک ٹیم کے کھلاڑی ہمیشہ جیتتے رہیں اور دوسری طرف کے ہارتے رہیں۔ اس لیے ایسے موقعے پر ہارنے اور جیتنے والوں کو اپنی ہار اور اپنی جیت خوشی خوشی قبول کرنا چاہیے۔

یہ بات صرف کھیل تک ہی محدود نہیں، زندگی میں قدم قدم پر ہمیں دوسروں سے ملنا جُلنا، ان کے ساتھ کام اور دوسرے بہت معاملوں میں ان کے ساتھ شریک ہونا پڑتا ہے۔ اب سب انسان ایک سے تو ہوتے نہیں۔ ان کی طبیعت، ان کا مزاج، ان کی پسند ناپسند الگ الگ ہوتی ہیں۔ اگر ہر شخص اپنی پسند اپنی طبیعت اور اپنے مزاج پر ہی اڑا رہے تو پھر دو مختلف مزاج رکھنے والوں کا ایک ساتھ رہنا یا مل کر کام کرنا مشکل ہو جائے۔ کامیاب اور خوشی کی زندگی گذارنے کا اصول یہی ہے کہ خود زندہ رہو اور دوسروں کو زندہ رہنے دو۔ یعنی اپنی بھلائی کے لیے بیشک کوشش اور محنت کرو لیکن کسی دوسرے سے اس کا حق نہ چھینو۔ اُسے بھی تمھاری طرح زندہ رہنے اور اپنے

لیے اپنی پسند سے خوشی کا سامان حاصل کرنے کا حق ہے اور جس طرح تم اپنا حق کسی اور کو دینا پسند نہیں کروگے اسی طرح دوسروں کے حقوق ماننا بھی زندگی میں اصلی اور سچی خوشی لا سکتا ہے۔

سوالات

۱۔ کھیل کے میدان میں ہار جیت کو کس طرح قبول کرنا چاہیے؟

۲۔ اگر تم دوسروں کے جذبات کا خیال رکھوگے تو اس کا کیا نتیجہ ہوگا؟

۳۔ زندگی میں اصل اور سچی خوشی کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟

بارش کا پہلا قطرہ

گھنگھور گھٹا تُلی کھڑی تھی — پر بوند ابھی نہیں پڑی تھی
ہر قطرہ کے دل میں تھا یہ خطرہ — ناچیز ہوں میں غریب قطرہ
کیا کھیت کی میں بجھاؤں گا پیاس — اپنا ہی کروں گا ستیا ناس
آتی ہے برسنے سے مجھے شرم — مٹی، پتھر تمام ہیں گرم
خالی ہاتھوں سے کیا سخاوت — پھیکی باتوں میں کیا حلاوت
کس برتے پہ میں کروں دلیری — میں کون ہوں کیا بساط میری
ہر قطرہ کے دل میں تھا یہی غم — سرگوشیاں ہو رہی تھیں باہم
کھچڑی سی گھٹا میں پک رہی تھی — کچھ کچھ بجلی چمک رہی تھی
اِک قطرہ کہ تھا بڑا دلاور — ہمت کے محیط کا شناور
بولا للکار کر کہ آؤ! — میرے پیچھے قدم بڑھاؤ
کر گزرو جو ہو سکے کچھ احسان — ڈالو مردہ زمین میں جان
یارو! یہ ہچر مچر کہاں تک — اپنی سی کرو بنے جہاں تک
مل کر جو کروگے جانفشانی! — میدان میں پھیر دوگے پانی
کہتا ہوں یہ سب سے برملا میں — آتے ہو تو آؤ، لو چلا میں
یہ کہہ کر وہ ہوگیا روانہ — دشوار ہے جی پہ کھیل جانا
دیکھی جرأت جو اس سخی کی — دو چار نے اور پیروی کی
پھر ایک کے بعد ایک لپکا — قطرہ قطرہ زمیں پہ ٹپکا
آخر قطروں کا بندھ گیا تار — بارش لگی ہونے موسلا دھار
پانی پانی ہوا بیاباں — سیراب ہوئے چمن خیاباں

جرأت قطرہ کی کر گئی کام
باقی ہے جہاں میں آج تک نام

اے صاحبو! قوم کی خبر لو
قطروں کا سا اتفاق کر لو

قطروں ہی سے ہوگی نہر جاری
چل نکلیں گی کشتیاں ہماری

اسمٰعیل میرٹھی

سوالات

۱۔ بارش کے ہر قطرہ کے دل میں کیا خطرہ تھا؟

۲۔ پہل کرنے والے قطرے نے دوسرے قطروں کو کیا کہہ کر آمادہ کیا؟

۳۔ قطروں سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

وطن کی محبت

اپنا وطن اپنا ہوتا ہے۔ یہ ہم میں سے ہر شخص کا ہوتا ہے۔ اس پر سب کا برابر کا حق ہے۔ اس کا سورج اپنی شعاعوں سے اس کے ہر ذرّے کو چمکاتا، روشنی اور زندگی دیتا ہے۔ اس کے چاند کی چاندنی اس کے موسموں کی بہار ہم سب کے لیے ہے۔ اس کے چشموں اور دریاؤں کا میٹھا پانی بھی ہم سب کے لیے ہے۔ اس کی ہوا کے جھونکے امیر، غریب، شہری، دیہاتی، تعلیم یافتہ، جاہل، ہر مذہب، ہر عقیدہ اور ہر رسم کے ماننے والے کے لیے عام ہیں۔

اس کے کھیتوں میں پیدا ہونے والا اناج، اس کے باغوں کے پھل ایسی نعمتیں ہیں جس سے قدرت نے ہمارے وطن کو مالا مال کیا ہے۔ اس کے پھولوں کی خوشبو اور پھلوں کا رس ہم سب کا ہے۔ اس کے گیت اور نغمے، اس کے رقص خواہ وہ کسی علاقے کے ہوں ہم سب کے ہیں۔

یہ ساری نعمتیں ہم سب کی ہیں۔ تو پھر ظاہر ہے کہ اس سے محبت کرنا، اس کی ترقی کے لیے کوشش کرنا، اس کے دوستوں کو اپنا دوست اور اس کے دشمن کو اپنا دشمن سمجھنا بھی ہم سب کا اپنی اپنی جگہ مل جل کر فرض ہو جاتا ہے اور جو اس فرض کو ادا نہیں کرتا وہ پھر ان نعمتوں پر اپنا حق کس طرح جتا سکتا ہے۔

حق اور فرض تو ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ اگر آپ کسی چیز پر اپنا حق سمجھتے ہیں اور جتاتے ہیں تو آپ پر کچھ فرائض اور ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں۔ آپس میں چھوٹے موٹے اختلافات بھی ہو سکتے ہیں، آپ بھائیوں بھائیوں کی طرح لڑ بھڑ بھی سکتے ہیں۔ لیکن آپ یہ گوارا نہیں کریں گے کہ کوئی تیسرا آدمی آکر آپ کے حق کا فیصلہ کرے۔ آپ نے بندر بانٹ کی کہانی تو سُنی ہوگی نہ سنی ہو تو ہم سُناتے ہیں:

دو بندر ایک جنگل میں رہتے تھے۔ ایک دن ایک روٹی ان کے ہاتھ لگی۔ دونوں میں اس کے ٹکڑے آپس میں بانٹنے پر اتفاق نہ ہوا۔ انھوں نے کہا کہ چلو کسی اور سے فیصلہ کرائیں۔

اسی جنگل میں ایک چالاک کھوسٹ بندر رہتا تھا۔ یہ اپنی روٹی لے کر اس کے پاس پہنچے۔ بندر کے پاس ایک ترازو تھی۔ اس نے روٹی کے دو ٹکڑے کرکے ایک ایک ٹکڑا ایک

ایک پلڑے میں رکھا۔ ظاہر ہے کہ دونوں پلڑے بالکل برابر نہیں تھے۔ جو پلڑا جھکتا تھا اس میں وزن زیادہ تھا۔ بندر نے اس میں سے ایک ٹکڑا کاٹ کر الگ کر لیا اور ہضم کرگیا۔ اب دوسرا پلڑا بھاری ہوگیا۔ یہی عمل اس نے دوسرے ٹکڑے سے کیا۔ اب پہلا پلڑا بھاری ہوگیا پھر یہی عمل اس نے دوسرے ٹکڑے کے ساتھ کیا۔

غرض کہ کئی دفعہ اس ہیر پھیر میں دونوں ٹکڑے تقریباً ختم ہونے لگے تو بندر بولا بھائیو حصّہ برابر تو نہیں ہوا، اب یہ ٹکڑے جو رہ گئے ہیں، یہ میری محنت مزدوری سمجھو۔ یہ کہہ کر وہ بوڑھا بندر اُچک کر درخت کی ایک اُونچی سی شاخ پر جا بیٹھا اور روٹی کے باقی ٹکڑے مزے لے لے کر کھاتا رہا۔ لڑنے والے بندر منہ تکتے رہ گئے۔

تم کو بھلا کیا یاد ہوگا لیکن ہمارے بزرگوں نے وہ زمانہ دیکھا ہے جب اس ملک پر انگریزوں کی حکومت تھی۔ وہ پہلے تجارت کے لیے اس ملک میں آئے پھر جو یہاں کی دولت دیکھی تو حکومت قائم کرنی چاہی۔ یہاں کے لوگوں میں نفاق تھا، ایک دوسرے سے لڑتے رہتے اور ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے میں لگے رہتے۔ انگریز کبھی کسی کا ساتھ دیتے کبھی کسی کا۔ آخر وہ ایک دن ہمارے ملک کے مالک بن بیٹھے اور اس ملک کی دولت طرح طرح سے اپنے ملک لے جانے لگے اور یہاں کے رہنے والے ان کی رعایا اور غلام بن گئے۔

تم جانتے ہو آزادی بڑی نعمت ہے۔ اگر کسی چھوٹے سے پرندے کو بھی تم پنجرے میں بند کردو اور چاہے وہ پنجرہ سونے کے تاروں ہی کا بنا ہوا ہو۔ تم اسے دانہ پانی بھی دیتے رہو۔ سردی گرمی سے بچاتے رہو مگر جب تک وہ پرندہ پنجرے میں بند رہے گا پھڑپھڑاتا رہے گا اور جیسے ہی موقع ملے گا وہ پھُر سے اُڑ جائے گا اور پھر کبھی شکری جال میں نہ پھنسے گا۔

اسے بھی اپنی آزادی عزیز اور بہت عزیز ہے۔ اس لیے انگریزوں کی غلامی سے آزادی کے لیے سب نے مل کر جدوجہد کی۔ لیکن غلامی سے نجات پانا کوئی آسان بات نہیں۔ لوگ جیلوں میں بند کیے گئے، بہت سے مارے گئے اور انھوں نے اپنی جانوں کی قربانی دے کر آزادی کی تحریک کو پروان چڑھایا اور آخر ایک دن ہمارا ملک آزاد ہوگیا۔

اب ہم آزاد ہیں اور دنیا کی آزاد ریاستوں کی صف میں فخر سے اپنا سر بلند کرسکتے ہیں۔ جو آزادی اتنی مشکل اور جدوجہد کے بعد حاصل ہوئی اس کو قائم رکھنا بھی تو ضروری ہے۔ اب یہ کام نوجوانوں کا ہے۔ بوڑھے اپنا کام کر چکے۔ اب تمھاری باری ہے۔

تم کوشش کروگے، محنت سے اس کی خدمت کروگے اس کی ترقی اور حفاظت کے لیے جان و مال کی بازی لگانے پر تیار ہوگے تب ہی یہ ملک قائم رہ سکتا ہے اور ترقی کر سکتا ہے۔

وطن کی ترقی ہوگی تو ہم سب کی ترقی ہوگی۔ ملک خوش حال ہوگا تم بھی خوش حال ہوگے بلکہ تمھاری آنے والی نسلیں بھی تم پر فخر کریں گی۔

سوالات

۱۔ آزادی کا کیا مطلب ہے؟

۲۔ آزادی حاصل کرنے کے لیے کیا کرنا پڑتا ہے؟

۳۔ آزادی قائم رکھنے کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

چندر اور بندر

مشہور ہے جہاں میں بندر کی بے ایمانی
لو ہم تمھیں سُنائیں ایسی ہی اِک کہانی

تھا اک غریب لڑکا نام اس کا رامچندر
کچھ دور اس کے گھر سے رہتا تھا ایک بندر
اک اجڑے گھر کے اندر

چندر کے پاس اک دن دو روٹیاں تھیں سوکھی
بندر کے پاس اس دن تھی صرف دال روکھی
اور فکر میں تھا بندر

کچھ سوچ کر وہ دل میں چندر کے پاس آیا
دونے میں دال رکھی اور ساتھ اپنے لایا
اور بولا بھائی چندر

روٹی اگر ہو گھر میں جلدی سے لے کر آؤ
ہے دال کیا مزے کی چکھو مزے اڑاؤ
فرما گئے قلندر

چندر یہ سُن کے بھاگا جلدی سے روٹی لایا
دونوں نے مل کے جھٹ پٹ اس کا کیا صفایا
چندر سے خوش تھا بندر

مجھ سے زیادہ تو نے کھائی تھی دال روٹی
کیا تیرے گھر سے ساری آئی تھی دال روٹی
او بے ایمان چندر

یا دال دے تو میری   یا ساتھ میرے آکر
امرود جو میں توڑوں   تو جمع کر لے آکر
پر بھاگنا نہ چندر

چندر یہ بولا اس سے   امرود ہیں پرائے
ایسا نہ ہو کہ مالک   آجائے دیکھ پائے
جانے دے بھائی بندر

جب یہ جواب پایا   اس نے سوال کرکے
غصے میں آیا بندر   اور منہ کو لال کرکے
ہو جس طرح چقندر

دو گز زمیں سے اُچھلا   اور پھر اچھل کے بولا
طے ہوگا پھر یہ جھگڑا   تو پہلے دال تو لا
جلدی نکال چندر

بندر کی دال آخر   لاتا وہ کس کے گھر سے
چپ چاپ ہولیا ساتھ   بے چارہ اس کے ڈر سے
پہنچا چمن کے اندر

شاخوں پہ چڑھ کے بندر   بولا کہ تو بھی آجا
اور پکّے پکّے اچھے   امرود توڑتا جا
ان ٹہنیوں کے اندر

چندر چڑھا جب اوپر   بندر زمیں پہ آیا
اور بولا تو اکیلا   شاخوں کا کر صفایا
جلدی سے توڑ چندر

چندر نے خوب توڑے   امرود اس سے ڈر کر
اور جیسے جیسے توڑے   پھینکے گیا زمیں پر
کھائے گیا جو بندر

اتنے میں شور سن کر　　　　رکھوالا جاگ اُٹھا
اس کو جو آتے دیکھا　　　　بندر تو بھاگ اُٹھا
ہاتھ آیا رامچندر

اختر شیرانی

سوالات

۱۔ بندر نے چندر کو اپنے پھندے میں کیسے پھانسا ؟
۲۔ چندر نے کیا غلطی کی ؟
۳۔ اس کہانی سے ہمیں کیا نصیحت ملتی ہے ؟

اپنی بھلائی سب کی بھلائی

بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کو ہر شخص اچھا سمجھتا ہے۔ کوئی مذہب ہو، کسی ملک کے رہنے والے ہوں ان کا کوئی رنگ و نسل ہو، بعض کاموں کو سب ہی اچھا جانتے اور ان پر عمل کرتے ہیں۔ ایسی ہی ایک بات یہ ہے کہ ہر شخص یہ جانتا ہے کہ خود غرضی بہت بُری عادت ہے۔ اس سے شاید کسی شخص کو تھوڑا سا وقتی فائدہ ہو جائے تو ہو جائے لیکن سچّی خوشی تو اس وقت حاصل ہوتی ہے، جب ہم ایک دوسرے کے کام آتے ہیں۔

جو شخص دوسروں کی بھلائی کا خیال کرتا ہے اور اگر اُن پر کسی وقت کوئی مشکل آپڑے تو فوراً اُن کی مدد کے لیے آجاتا ہے تو اُن کی مشکل آسان ہوجاتی ہے۔

دوسروں کی بھلائی کے کام کرنے میں یہ ضروری نہیں کہ تم یہ سمجھو کہ مدد صرف رُوپے پیسے اور مال دولت سے ہوتی ہے۔ ہاں ایک طرح کی مدد ایسی بھی ہوتی ہے۔ لیکن دنیا میں ہر شخص تو دولت مند نہیں کوئی امیر ہے کوئی غریب۔

بھلائی کرنے کی بہت سی صورتیں ہیں۔ کچھ لوگ غریب تو نہیں ہوتے لیکن اکیلے ہوتے ہیں۔ اُن کے ایسے عزیز رشتے دار نہیں ہوتے جو اُن کے ساتھ رہ کر ان کی دیکھ بھال اور خدمت کرسکیں۔ اگر وہ بوڑھے اور بیمار ہیں تب تو ان کی دیکھ بھال اور خدمت کی اور بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اُن کا یہ کام پڑوسی کے بچّے، بوڑھے جوان عورت مرد سب کر سکتے ہیں۔ وہ اپنا تھوڑا سا وقت کسی اور کام میں صرف کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے پاس بیٹھ کر ان کی تنہائی اور اکیلے میں اُن کا دِل بہلا سکتے ہیں، وہ بیمار ہوں تو ان کی دوا علاج اور خدمت کر سکتے ہیں۔

اسی طرح اسپتالوں میں بہت سے ایسے بیمار آتے ہیں جن کا کوئی عزیز رشتہ دار نہیں ہوتا۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ مریضوں کو دیکھنے اور ان سے ملنے آتے ہیں اور ان کے لیے تحفے لاتے ہیں تو وہ خود کو بالکل تنہا محسوس کرتے ہیں۔ اگر ہم میں سے کوئی آدمی ایسے بیمار کو دیکھنے اور پوچھنے کے لیے اسپتال جائے اور کوئی معمولی سا تحفہ کوئی پھل یا چند پھول ہی لے جائے اور تھوڑی دیر بیٹھ کر اس کے دکھ درد کا حال پوچھ لے تو اس کا غم کم ہوجائے۔

ایک بھلائی یہ بھی ہے کہ جب کسی شخص کو چاہے وہ بچہ ہو یا بڑا، ایسا کام کرتے دیکھو جو اچھا نہ ہو تو اسے پیار محبت سے کسی نہ کسی طرح بتاؤ کہ یہ کام اچھا نہیں ہے۔ ممکن ہے وہ تمھاری بات ایک دفعہ کہنے سے نہ مانے لیکن اگر تم بار بار کہوگے تو شاید کبھی یہ بات اس کی سمجھ میں آجائے۔ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ پہلے تم خود اس بُرائی سے بچو ورنہ تمھاری نصیحت کا کوئی اثر نہ ہوگا۔

دوسروں کی بھلائی کے یہ چھوٹے چھوٹے کام تم ہر عمر میں کرسکتے ہو۔ جب بڑے ہو جاؤ اور تمھارے پاس روپیہ پیسہ بھی ہو تو بیماروں کے لیے اسپتال، ان پڑھ لوگوں کی تعلیم کے لیے مدرسے، معذور لوگوں کے لیے گھر وغیرہ بنا سکتے ہو۔ ایسے بہت سے بڑے بڑے کام کرسکتے ہو جس میں سب کی بھلائی ہو۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان کی عزت ہوتی ہے اور مرنے کے بعد بھی لوگ ان کی بھلائیوں کو یاد رکھتے ہیں۔

سوالات

۱۔ ہمیں سچّی خوشی کب حاصل ہوتی ہے ؟

۲۔ بوڑھے اور بیمار لوگوں کے ساتھ کیا بھلائی کی جاسکتی ہے ؟

۳۔ نصیحت کا اثر کس صورت میں نہیں ہوتا ؟

۴۔ مرنے کے بعد کیسے لوگ یاد رکھے جاتے ہیں ؟

وطن کے بہادر سپاہی

سلام اے وطن کے بہادر سپاہی
سلام اے رہِ عزم و ہمت کے راہی

وطن کے دلاور وطن کے جیالے
بڑی آن والے بڑی شان والے
ترے بازوؤں پر شجاعت کی مہریں
تری چھاؤں میں عظمتوں کے اجالے

نشانِ وفا ہے تری کجکلاہی !
سلام اے وطن کے بہادر سپاہی

سوالات

۱۔ سپاہی کو کیسی راہ کا راہی کہا گیا ہے ؟
۲۔ عظمتوں کا اجالا کن لوگوں کی بدولت ہے ؟

تیار کردہ: سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ منظور شدہ وفاقی وزارت تعلیم حکومت پاکستان،
اسلام آباد بطور واحد درسی کتاب برائے تمام مدارس پاکستان
بموجب سرکولر نمبر- این- آر- ڈی- 85/146- ڈ(ڈی- ای- اے)
(آئی- ای)- مورخہ ۲۶ ستمبر 1985ء

قومی ترانہ

پاک سرزمین شاد باد کشورِ حسین شاد باد
تو نشانِ عزمِ عالی شان ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد

پاک سرزمین کا نظام قوتِ اخوتِ عوام!
قوم، مُلک، سلطنت پائندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مُراد

پرچمِ ستارہ و ہلال رہبرِ ترقّی و کمال
ترجمانِ ماضی، شانِ حال جانِ استقبال
سایۂ خدائے ذوالجلال

کوڈ نمبر ایس ٹی بی- ۹۳ سلسلہ وار نمبر 005706 №

تاریخ اشاعت	ایڈیشن	تعداد اشاعت	قیمت
دسمبر ۱۹۸۵	اوّل	۶،۰۰۰	۳-۴۵